AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783
https://aljamei.com/index.php/ajrj

سماجی مسائل اور ان کا حل: تفسیر فہم القران (میاں محمد جمیل) کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

Social Issues and their Solutions:A Research Based Study in the context of Fehm ul Quran (Mian Muhammad Jamil)

ڈاکٹر محمد اکرم ہُریری؛ پوسٹ ڈاکٹرل فیلو، اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ،انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، سبجیکٹ سپیشلسٹ پنجاب ورکرز ویلفیر فنڈ، ای میل mahurary@gmail.com

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا؛ نگران پوسٹ ڈاکٹرل پروجیکٹ، ڈین فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز منہاج یونیورسٹی لاہور،

dean.cosis@mul.edu.pk

Abstract

Allah Almighty sent His Prophets and Messengers to guide humans and then revealed His Praiseworthy Word through these Prophets. The Holy Quran is one of the greatest book that was revealed to the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him). Translations, explanations and commentaries on the Holy Quran have been written in many regional languages. In our Indian subcontinent, many interpretations have been written in Urdu and Arabic languages. Fahm al-Quran is also the Urdu interpretation of the Quran, by Mian Muhammad Jamil Sahib. This commentary was written in a common-sense style, adopting an educational approach, fully connecting the basic themes of the Quran to common people. The Mufassir tried to describe the social issues and their solutions according to Quran and Sunnah. In this article, we will analyze the social aspects of the topics covered in Fahm al-Quran and study to what extent the author of Fehm ul-Quran has addressed social issues in it. We will also examine which social problems have been described from which aspects, whether they have presented, any Quranic solutions for their work, and how can a individual succeed in their social challenges after reading this interpretations.

Keywords: *Fehm ul Quran, Social Issues, Interpretation, Solutions*

اللہ کریم نے قرآن کریم کو بنی نوع انسانیت کی راہنمای کے لیے نازل فرمایا۔ اس پر بہت ساری تفاسیر لکھی گیی۔ ان تفاسیر میں اردو زبان میں موجودہ دور میں لکھی جانے والی تفاسیر میں سے تفسیر فہم القرآن ہے جسے میاں محمد جمیل نے لکھا۔ یہ تفسیر قران کریم کے پیغام کو آسان واضح تربیتی سماجی سلوم میں پیش کرتی ہے اس میں قران کی بنیادی مضامین کو عصر حاضر کے سماجی صورتحال سے بھرپور کیا گیا ہے۔ اللہ تعالی نے

ملت اسلامیہ کو انسانیت کے لیے آخری اور حتمی منشور حیات یعنی قرآن حکیم کا وارث و امین بنایا۔ اپنے پیغام کے ابلاغ کے لیے قرآن حکیم کا انداز تخاطب عمومی انداز کا حامل ہے۔ طلب عمل، تعمیر کردار اور مژدہ اکرام و انعام کا کوئی بھی ایسا گوشہ نہیں جس میں قرآن حکیم نے کائنات انسانیت کو خوبصورت انداز سے مخاطب کیا ہو۔

فہم القران میں موجود سماجی معاشرتی موضوعات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مفسر نے قرآن کریم کے ذریعے جن معاشرتی چیلنجز کو بیان کیا ہے اس کے انداز بیاں اور حل کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کی علمی، دعوتی، سماجی اصلاح کی جہات کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے کہ کیا یہ تفسیر فہم القران عصر حاضر کی سماجی تحدیات کو موثر انداز میں پیش کرتی ہے نیز کیا مفسر نے ان چیلنجز کو براہ راست موضوع بنایا ہے؟

تفسیر فہم القرآن پر پہلے سے کیے گیے کام کا مختصر جائزہ کچھ اس طرح ہے کہ

1. تفسیر فہم القران اور تفسیر روح المعانی مولانا اسلم صدیقی کا تقابلی مطالعہ مقالہ برائے ایم فل بلال احمد انجم جامع پنجاب لاہور
2. تفسیر فہم القران واقعات سیرت سے متعلق روایات کا تحقیقی جائزہ اور عصری معنویت مقالہ برائے پی ایچ ڈی، شاہ پرویز عبدالولی خان یونیورسٹی
3. تفسیر آیات الاحکام واثرہ فی القضایا المعاصرہ:دراسۃ التفسیرین تبیان الفرقان للدھیانوی و فہم القران لمیاں محمد جمیل مقالہ برائے پی ایچ ڈی، خواجہ سیف الرحمن صدیقی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
4. آیات علم تزکیر بالمعوت وما بعد الموت کے اسرار حکم تفسیر تیسیر القران و تفسیر فہم القران کی روشنی میں تقابلی مطالعہ مقالہ برائے ایم تہمینہ سلطان جامعہ اسلامیہ بہاولپور
5. تفسیر فہم القران میں مباحث سیرت کا تجزیاتی مطالعہ مقالہ برائے ایم فل، محمد رؤف، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

اس تفسیر کی خصوصیات کی بات کی جاے تو یہ آسان زبان 'تربیت و اسلامی رنگ' دعوتی انداز اور عصری مسائل کا احاطہ کرتے موضوعات قرآن و سنت کے حوالہ جات سے مزین ہے اور ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ ایک موضوع کے تحت تمام آیات اور اہم نکات کا بیان کر دیا جاتا ہے۔

علم تفسیر و دیگر علوم کا احیاء

دیگر علوم کی طرح آپ نے علم تفسیر کے باب میں بھی اس منہج کا آغاز فرمایا جو عصری چیلنجوں کا جواب ہے۔ علم تفسیر اور اس سے متعلق دیگر علوم کا کس طرح احیا کیا جائے۔ قرآن حکیم سے اخذ ہدایت کے لیے ہر دور میں تفسیری کاوشیں کی گئیں۔ مولانا تقی عثمانی نے علامہ آلوسیؒ کے حوالے سے علوم القرآن میں تفسیر کی تعریف یہ نقل کی ہے۔

﴿علم يبحث فيه عن كيفية النطق بالفاظ القرآن و مدلولا تها واحكا مها الافرادية والتركيبية ومعانيهاالتي تحمل عليها حالة التركيب وتتماست لذلک)[1]

"علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقے، ان کے مفہوم، ان کے افرادی اور ترکیبی احکام اور ان کے معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں، نیز ان معانی کا تکملہ، ناسخ ومنسوخ، شان نزول اور مبہم قصوں کی توضیح کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے"۔

اہل علم کے ہاں تفسیر کے لئے ایک اور لفظ تاویل بھی بکثرت استعمال ہوتا تھا اور خود قرآن کریم نے بھی اپنی تفسیر کے لئے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے،﴿وما يعلم تاويله الا الله﴾[2]، قرآن مجید میں تاویل کا لفظ سترہ مقامات پر آیا ہے۔ اور مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔

طاہر القادری تحریر لکھے ہیں کہ "علم التفسیر اس سلسلے کا پہلا علم ہے۔ اس کا موضوع قرآن ہے جو یقیناً تفسیر سے متمیز ہے۔ کیونکہ قرآن وہ حقیقت ہے جس کے علم کا نام تفسیر ہے۔ یعنی قرآن نص ہے اور تفسیر اس کی تعبیر، جس کا مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کیا ہے؟[3]

خاندان اور معاشرتی نظام گھروں جیسے ادارے پر دباؤ، طلاق میں اضافہ، والدین سے دوری، اولاد کی تربیت میں کمی، اخلاقی انحطاط، کردار سازی، مادیت پسندی، لذت پرستی، جھوٹ، دھوکہ، کرپشن اور خود غرضی پر بات کی گئی ہے۔ میڈیا اور فتنہ خبروں کا چیلنج، جھوٹی خبروں، میڈیائی سوشل خبروں، افواہوں اور کردار اچھالنے والی خبروں پر بھی تفسیری نکات ملتے ہیں۔ معاشی مسائل، سماجی ناہمواری، مہنگائی، غربت، استحصال، سودی نظام، طبقاتی نوجوانوں کی فکری اور اخلاقی طرز زندگی، بے راہ روی اور نظریاتی کنفیوژن میں مبتلا نوجوان نسل کے چیلنجز وغیرہ کی مباحث ملتی ہیں۔

سماجی مسایل۔ تفسیر فہم القران

سماجی مسایل میں عدل ہر جگہ پر بحثیت حل بتلایا جاتا ہے۔ خاندانی نظام، اخلاقی تربیت اور کردار سازی، معاشرتی تعلقات اور بین الانسانی آداب، اور ان کی عصری سماجی تشریح، معاشرتی ہم آہنگی اور دوسروں کے عیب کو چھپانا، اپنے حق سے دستبردار ہوتے

ہوے معاف کر دینا، نرمی اور تحمل، ضرورت مندوں کا سہارا اور احترام انسانی جیسے مثبت پہلو اور موضوعات ہیں جن میں کچھ کا ہم تذکرہ کرتے ہوتے مندرجات کا مطالعہ اور تجزیہ کریں گے۔

احترام انسانیت

اللہ کریم انسانیت کی عزت واحترام کے حوالے سے قرآن حکیم میں کچھ اس طرح بیان کرتا ہے کہ

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾[4]

(اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر بہت سی برتری دی)

اس آیت کے تحت میاں محمد جمیل[5] صاحب تفسیر فہم القرآن لکھتے ہیں کہ "اللہ نے انسان کو بحر وبر پر فضیلت دی۔ اللہ نے انسان کو اپنے ہاتھ سے بنایا پھر اس میں اپنی روح القاء کی اور پھر فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا، ابلیس کے سوا تمام ملائکہ نے سجدہ کیا، اور ابلیس کو سجہ نہ کرنے کی وجہ سے لعنی قرار دیا۔ جب اللہ نے ابلیس سے وجہ پوچھی کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں آگ سے بنا ہوں اور وہ مٹی سے تو آگ مٹی سے افضل ہے، اس کے بعد اللہ نے اسے فرمایا تو نکل جا تو مردود ہے اور قیامت تک تجھ پر میری لعنت پڑتی رہے گی۔ پھر حضرت آدمؑ کو زمین پر بھیجا اور فرمایا ہر چیز تیری خدمت کرتی رہے گی۔ یہی وجہ شمس و قمر غرض ہر چیز انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج انسان نے ہوا پر کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں منوں کا وزن اٹھائے جہاز فضا میں سفر کرتے ہیں۔ سمندروں کے رخ تبدیل کیے جا رہے ہیں اور معلوم نہیں ہ آنے والے وقتوں میں انسان اپنی عقل ودانش سے کائنات کس طرح مطیع کرے اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے کیا کرتب دکھائے۔ لیکن افسوس جتنا یہ بااختیار ہوتا جا رہا ہے اتنا ہی نافرمان ہوتا جا رہا ہے اور جس کے نتیجہ میں مختلف بیماریوں اور مشکلات و مصائب میں پھنستا جا رہا ہے اگر اس کی یہی روش رہی تو یہ دنیا میں ذلیل ہو گا اور آخرت میں بھی۔ ان تمام مصائب کا حل اور چھٹکارے کا راستہ اللہ کی مکمل تابعداری میں ہے۔ تب یہ اپنا کھویا ہو مقام واپس لے سکتا ہے۔ انسان نہ صرف شکل وصورت، قدو قامت کے اعتبار سے تمام مخلوقات پر فائق ہے بلکہ رہن سہن اور زیبائش کے اعتبار سے بھی فائق ہے۔ انسان اپنے عقیدہ اور کردار سے یہ ثابت کرے کہ وہ اس کا اہل ہے"۔[6]

یہاں فہم القرآن نے واضح کیا ہے کہ انسان کا احترام انسانیت کے ناطے بالاتر ہے۔ اور عقیدہ اسلام کے حامل ہونے کی وجہ سے وہ مزید احترام کا حقدار بن جاتا ہے۔ "اللہ نے انسان کو بحر وبر پر فضیلت دی۔ اللہ نے انسان کو اپنے ہاتھ سے بناتے ہوے اپنی روح

پھونکی اور پھر اپنی معزز مخلوق فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔بس انسان کو چاہیے کہ اپنے مقام و مرتبے اور اختیارات کے بڑھنے اور ملنے میں انسانیت کو زندہ رکھے۔

برداشت اور حسن معاشرت

معاشرتی تعلقات اور یونیورسل ہیومن ڈگنٹی کا سب سے بڑا اصول صبر و تحمل ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

﴿يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾[7]

(اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ، نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر، اور جو مصیبت تجھ پر آئے اس پر صبر کر، بیشک یہ (کام) ہمت اور عزیمت والوں کے کاموں میں سے ہیں)

صاحب فہم القرآن اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ "حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت فرما رہے ہیں، کہ عقیدہ توحید کے بعد سب سے بڑی نیکی اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونا ہے۔ نماز نہ صرف اللہ کی محبوب عبادت ہے بلکہ بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے بشرطیکہ اس کو آداب اور شرائط کے ساتھ ادا کی جائے۔ نماز کے ساتھ ساتھ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے روکنا اس کو قرآن مجید نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نام دیا ہے۔ اور اس راستے میں مشکلات کا آنا یقینی ہے اور اس پر تمام انبیاء علیہم السلام کی تاریخ گواہ ہے۔اس لیے حضرت لقمان اپنے بیٹے کو کہہ رہے ہیں کہ بیٹا مصائب اور مشکلات کو برداشت کرنا بڑے عزم وہمت کا کام ہے۔[8]

یہاں فہم القرآن کے مفسر نے پیغام دیا ہے کہ دنیا کی زندگی نشیب و فراز میں ہے لحاظہ صبر و تحمل سے زندگی میں کامیاب ہوا جاسکتا ہے۔ مصایب میں تحمل اور برداشت انسان کو عظمت اور توانای مہیا کرتی ہے جس سے فوز و فلاح انسان کے مقدر میں ہوتا ہے۔

مال کی خورد برد

ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[9]

(اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو)

صاحب فہم القرآن اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ "اس آیت میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے حاصل کرنے سے منع کیا جارہا ہے۔ اور یہ حکم امتناعی روزے کے احکام و آداب کا تعین فرماتے ہوئے دیا جارہا ہے۔ اس میں فلسفہ یہ پایا جاتا ہے کہ روزے کا مقصد گناہوں سے بچنا ہے۔ جب تم صبح سے شام تک روزے کی حالت میں حلال چیزوں سے باز رہتے ہو تو اسی مالک کا حکم سمجھ کر تمہیں حرام چیزوں سے بھی باز رہنا چاہیے۔ ناجائز ذرائع سے کمایا ہوا مال اگرچہ لوگوں کے ہاں حلال ہو مگر اللہ کے ہاں وہ باطل اور ناجائز ہے"۔[10]

فہم القرآن اپنے قاری کو بہترین انداز میں روزے کی نسبت سے اس قرآنی حکم کا فلسفہ سمجھا رہے ہیں کہ روزے کا مقصد گناہوں سے رک جانا ہے۔ جب تم صبح سے شام تک روزے کی حالت میں حلال چیزوں سے بچے رہتے ہو تو اسی مالک کا حکم سمجھ کر تمہیں حرام چیزوں سے بھی دور رہنا چاہیے۔ اس آیت کے زریعے فہم دیا جارہا ہے کہ سماجی مسایل سے ایک اہم مسلہ حل ہو سکتا ہے اگر ہم حرام کھانا چھوڑ دیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بات سمجھاء جارہی ہے کہ حرام مال کے ہوتے ہوئے روزے جیسی عبادت پر بھی سوالیہ نشان آسکتا ہے۔

گھریلوں ذمہ داریاں اور عدل

(اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾[11]

(مرد نگران ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے)

اس کے تحت صاحب فہم القرآن لکھتے ہیں کہ "قران مجید نے گھریلو زندگی کو ایک یونٹ قرار دے کر مرد کو اس کا سربراہ مقرر کیا جس کے لیے قوام کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کا معنی ہے ہر قسم کی نگرانی اور انتظام کرنے والا گھر کا منتظم اس لیے مقرر کیا تاکہ گھر کا نظام مضبوط اور صحت مند خطوط پر چلتا رہے مرد کو منظم بنانے کی دو وجوہات بیان فرمائی تاکہ عورت کے ذہن میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا ارادہ ہو سکے پہلے یہ کہ مرد ذہنی اور جسمانی لحاظ سے عورت کے مقابلے میں مضبوط اور برتر پیدا کیا گیا دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد پر بیوی بچوں کی حفاظت اور ان کے اخراجات کی ذمہ داری ڈالی گئی تاکہ عورت باہر کی الجھنوں سے بچ کر سکون کے ساتھ خاوند کی خدمت بچوں کی تربیت شلف نازک ہونے کی وجہ سے عام کی زندگی گزار سکے"[12]

مرد محافظ و نگران ہے تو عورت گھر کی مدیرہ یعنی کہ دونوں کے ذمہ داریاں پوری کرنے پر امن اتا ہے۔اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ نے خواتین کے خرچ کی ذمہ داری مردوں پر ہے اور مردوں کو ان پر نگران بنا کر درجہ دیا ہے۔اس کے بغیر گھر کا نظام درست نہیں چل سکتا اور اگر مرد کی عورت پر برتری نہ رہے تو شریعت اسلامیہ کے مطابق زندگی کا نظام نہیں چل سکتا۔

"وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"[13]

اس آیت میں عورتوں کے ساتھ ہمدردی اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا حکم فرمایا گیا ہے۔مردوں کو چونکہ نگران بنایا گیا ہے اس لیے وہ اپنے مقام اور مرتبہ کا خیال رکھتے ہوئے خواتین کے ساتھ بہتر سلوک کریں،صبر کریں اور اگر صبر نہیں کریں گے تو پھر فرق تو نہیں رہے گا۔

فرمان رسول ﷺ ہے کہ۔

"لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا, رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ"[14]

(مومن مرد کسی مومن عورت یعنی ایمان والی بیوی سے بغض نہ رکھے اگر اس کی ایک بات ناپسند ہوگی تو دوسری بات پسند آجائے گی)

دوسری گہ فرمایا۔

"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي"[15]

(تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہے میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر ہوں)۔

فرمایا ﷺ۔

"أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ وَفِي البَاب عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ"[16]

(تم میں سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں اور جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے زیادہ مہربان ہیں)۔

ان تمام روایات مبارکہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے دیے نظام سے اچھا کوئی نظام نہیں۔اسی نظام کو اپنانے میں سماج کی بھلائی ہے۔اور جتنی بھی گھریلوں مسایل ہیں ان کا حل قرآنی تعلیمات پر عمل میں پنہاں ہے۔

اولاد کی تربیت

والدین کو اولاد کی تربیت کے لیے سورہ لقمان کا مطالعہ بہترین نکات فراہم کرتا ہے۔اس سورہ مبارکہ میں حضرت لقمان علیہ الصلاۃ والسلام اپنے بیٹے کو نصیحت فرمارہے ہیں اور یہ نصیحتیں آیت نمبر ۱۳ سے شروع ہو کر کے آیت نمبر ۱۹ تک ہیں۔تمام تر نصیحتیں بڑی

جامع اور سماجی زندگی کو بہترین انداز سے گزارنے کے لیے ایک والد کی اپنے بچے کے لیے بہترین تربیت سازی کی عکاسی کرتی ہے۔ انہوں نے عقیدہ توحید، عبادت اور سماج کو ہر لحاظ سے شامل کرتے ہوئے اپنے بیٹے کی تربیت فرمائی جو آج ہم والدین کے لیے تربیت کرنے میں بہت بڑی معاون ثابت ہوتی ہے ہم پہلی آیت مبارکہ کو باحوالہ ذکر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ آیت نمبر ۱۳۔ ۱۹ تک کس طرح انہوں نے تربیتی اصول متعارف کروائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِه وَهُوَ يَعِظُه يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾[17]

(اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے)

اس کے تحت صاحب فہم القرآن لکھتے ہیں۔" قران مجید نے حضرت لقمان کے ارشادات کا ذکر کیا ہے تا کہ مشرکین مکہ کو معلوم ہو کہ جس توحید کی وجہ سے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مخالفت کرتے ہیں اسی توحید کی حضرت لقمان تبلیغ کیا کرتے تھے انہوں نے اپنے لخت جگر کو جو نصیحتیں اور وصیتیں کی ان میں سرفہرست یہ وصیت تھی میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا"[18]

والدین کو تربیت اولاد کی تربیت کے لیے سورہ لقمان کی آیات کا مطالعہ کرتے ہوئے درجہ ذیل تعلیات کا پتہ چلتا ہے۔

توحید کی تعلیم ہے، نماز کی پابندی ہے، والدین کا احترام، کردار سازی، غرور سے اجتناب، نرم لہجہ، اعتدال کا درس ہے۔ ساتھ لکھتے ہیں کہ موبائل نیٹ ورک کے غلط استعمال، بے راہ روی اور دوستوں کے اثرات نے تربیت مشکل بنادی ہے۔ یہ تفسیر اولاد کی تربیت کے لیے قرآن کی حکمت فراہم کرتی ہے۔

والدین کی اولاد کے بارے ذمہ داری

﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾[19]

(کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کے وصال کا وقت آیا، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: (اے بیٹو!) میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ تو انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک معبود ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں)

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا۔

﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[20]

(وہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا ان کے لیے ان کی کمائی اور تمہارے لیے تمہاری کمائی اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی)

صاحب فہم القرآن نے ان آیات کی تفسیر میں یہ مسئلہ ذکر کیا کہ "والدین کو اولاد کے بارے میں اپنی ذمہ داری کا خیال رکھنا چاہیے۔ جیسا کہ انبیاءؑ کی آخری وقت کی فکر اس آیت میں ذکر کی گئی ہے۔ اور اس آیت میں اہل کتاب کو بھی باور کرایا جارہا ہے تمہیں بھی اپنے باپ یعقوبؑ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے عقیدہ توحید کو اپنانا چاہیے۔ اور اگر تم نے اپنا عقیدہ درست نہ کیا اور نبی ﷺ پر ایمان نہ لائے تو محض عقیدت اور نسب کچھ کام نہ آئے گا۔ دنیا میں کوئی قوم حسب و نسب کی بنا پر عزت و رفعت حاصل نہیں کر سکتی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ جو اپنے کردار کی وجہ سے پیچھے رہ گیا اسے حسب و نسب کام نہیں دے گا"۔[21]

والدین کو اپنی اولاد سے توحید اور اللہ کی عبادت کا حلف لینا چاہیے۔ اور اس کیساتھ یہ بھی اصول بیان کر دیا کہ کوئی کسی کے اعمال کیوجہ سے نہیں پکڑا جائے گا اور نہ بخشا جائے گا۔ اور یہی اصول اسلامی حکومت کے لیے لازمی قرار پایا۔

اخلاقیات و کردار سازی

تفسیر فہم القران تربیت کا بنیادی سبق فراہم کرتی ہے۔ سچ بولنا، وعدہ وفا، زبانی معاملات میں بھی سچائی اور دیانت جیسے بنیادی امور ہیں جس حسن اخاق اور بہترین کردار کا حامل بنا جاسکتا ہے۔

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾[22]

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو)

اس کے برعکس امور جو اخلاقیات کو بگاڑتے ہیں اور کردار کو گدلا کرتے ہیں ان سے بچنے کے لیے قرآن کریم فرماتا ہے کہ

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾[23]

(دور کر دو تو تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہوگی وہ اس وقت ایسا ہو جائے گا کہ جیسے وہ گہرا دوست ہے)

یہاں میاں محمد جمیل صاحب لکھتے ہیں کہ "داعی کے لیے ٹھنڈے دل و دماغ اور بڑے حوصلے کی ضرورت ہے یہ حوصلہ پیدا کرنے کے لیے داعی کے ذہن میں ہمیشہ یہ بات پختہ رہنی چاہیے کہ اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوتے اچھائی کی اشاعت کے لیے تین باتیں ضروری ہیں، ۱۔ داعی کا اخلاق اور کردار اچھا ہونا چاہیے، ۲۔ داعی کو اپنا حوصلہ بڑا رکھنا چاہیے، ۳۔ داعی کو اچھے ماحول میں بہتر سے بہتر سلیقے کے ساتھ بات کرنے کا ڈھنگ اپنانا چاہیے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اچھائی کا جواب برائی سے دیتا ہے تو پھر بھی برائی کا جواب

برائی سے نہیں دینا چاہیے برائی کا جواب برائی کے ساتھ دینے سے ماحول میں تلخی بڑھتی ہے اور جس قدر ماحول میں تلخی بڑھے گی اسی قدر ہی دائی کی مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اس لیے داعی کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ وہ برائی کو اچھائی کے ساتھ ٹالنے کی کوشش کرے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر زیادتی کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش ائے جس کا بالاخر یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ اور اس کے ساتھی یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ جو شخص تعصب اور کسی مفاد کے بغیر ہماری خیر خواہی کر رہا ہے اور ہماری زیادتی کا جواب اس نے سلوک سے دیتا ہے یقینا وہ ہماری بھلائی چاہتا ہے"[24]

غصہ دل کو تباہ کرتا ہے حسد ذہنی غلام بناتا ہے اور کینہ گھر اور معاشرے کو تباہ کر دیتا ہے ان امراض کا علاج فہم القران صبر دعا اور پاکیزہ نیت سے جوڑ کر کرتی ہے۔

شرم وحیا۔ بھولا ہوا قرآنی اصول

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾[25]

(مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ ان کے کاموں سے خبر دار ہے)

یہاں میاں محمد جمیل صاحب لکھتے ہیں کہ "اسلام جرائم کے قلع قمع کے لیے خارجی اور داخلی محرکات کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے کیونکہ برائی اور بے حیائی اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک خارجی اسباب اور داختی محرکات پر کب نہ پایا جائے داخلی محرکات میں انسان کے مثبت اور منفی جذبات کا اثر اس کے فکر و عمل پر ہوتا ہے دل میں کسی کے بارے میں احترام ہو تو انکھوں میں عقیدت واحترام کی جھلک دکھائی دیتی ہے دل میں کسی کے بارے میں غصہ یا بے حیائی ہو تو انکھ انکھیں اس کی چغلی کھاتی ہیں گویا کہ اچھے برے جذبات کی ترجمانی کرنا انسان کے چہرے اور انکھوں کا فطری عمل ہے ظاہری طور پر بے حیائی کی ابتدا انکھوں سے ہوتی ہے اس لیے مومن مرد اور مومن عورتوں کو ایک جیسے الفاظ میں حکم دیا ہے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں کہ یہ شخصی کردار اور معاشرے کے لیے انتہائی پاکیزہ و انداز ہے اللہ تعالی خوب واقف ہے جو کچھ لوگ کرتے ہیں یہاں پہلے مومنوں کو حکم دیا گیا کیونکہ مرد کی نسبت عورت میں حیا زیادہ اور بے حیائی کے اظہار میں جرات کم ہوتی ہے"[26]

پراگندہ ماحول، عریاں لباس، موبائل کا غلط استعمال اور فحاشی کے سیلاب میں ڈوبے معاشرے کے لیے مفسر حیا کو انسان کے روحانی اور سماجی تحفظ کا بنیادی اصول قرار دیتا ہے۔

نوجوانوں کی رہنمائی

نوجوانوں کی رہنمائی کے لیے مفسر نے بہت زور دیا ہے۔یقیناعصر حاضر میں میڈیا کے بے لگام دور میں سماجی زندگی کا بڑا چیلنج نوجوان نسل کی راہنمای ہے۔نوجوانوں کی رہنمائی میں مقصد حیات والا نمونہ شباب جناب یوسف، اصحاب کہف اورسورہ یاسین والے نوجوانوں اور لوگوں کے کردار، پاک دامنی، عزم و ہمت اور ان کی نظریاتی پختگی کے تحت بھی بہت سارا مواد ہمیں ملتا ہے۔ارشادباری تعالی ہے۔

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ڰ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ﴾[27]

(ہم تیرے پاس بہت اچھاقصہ بیان کرتے ہیں اس واسطے کہ ہم نے تیری طرف یہ قرآن بھیجا ہے،اور تو اس سے پہلے البتہ بے خبروں میں سے تھا)

مفسر سورہ یوسف کی اس آیت اور اس سورہ میں عظیم واقعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں"کہ واقعی کی سچائی اور اس کی اسنادی قوت میں مزید اضافہ کے لیے اخر میں پھر فرمایا کہ ہم ہی واقعہ کو بیان کرنے اور اس کو قران کو نازل کرنے والے ہیں اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپ اس کے ذکر سے پہلے بالکل اس سے ناآشنا تھے"[28]

یہاں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے قران حکیم کے اس واقعے کو نوجوانوں کے لیے اور معاشرے کے ہر طرح کے فرد کے لیے ان کی سماجی زندگی کو خوبصورت بنانے کے لیے رہنما کے طور پر بیان فرمایا اور اس میں اللہ رب العزت نے نسبت اپنی طرف کی اور ساتھ یہ بھی بتلایا کہ اس سے قبل آپ بھی اشنانہ تھے تو گویا تربیت کا یہ ایک بہترین انداز نے ہمیں عنایت فرمایا ہے۔

﴿اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا﴾[29]

(جب کہ چند جوان اس غار میں آبیٹھے پھر کہااے ہمارے رب ہم پر اپنی طرف سے رحمت نازل فرمااور ہمارے اس کام کے لیے کامیابی کاسامان کردے)

اس آیت کریمہ کے تحت مفسر فہم القران میاں محمد جمیل حفظہ اللہ تعالی یہ بیان کرتے ہیں"کہ اصحاب کہف کے واقعے میں سب سے بڑی تعجب خیز بات یہ ہے کہ چند نوجوان اپنی جان اور ایمان بچانے کے لیے ایک غار میں داخل ہوئے اللہ تعالی نے انہیں ۳۰۹سال تک سولائے رکھاجو انسانی تاریخ میں پہلا واقعہ تھا"[30]

مفسر اس واقعے کے نتائج کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ" اس واقعے میں توحید کے اسبات اور نوجوانوں کے کردار کو نمایاں کرنے، شرک کے ابطال اور قیامت کا انکار کرنے والوں کے موقف کو بے حیثیت ثابت کرنے کے لیے اس بات کو اپنی ذات اقدس کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اس واقعے کو آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے ہم نے ان کو ایمان اور

ہدایت میں مزید آگے بڑھادیا ان کے دلوں کو مضبوط کیا جب وہ عزم بالجزم کے ساتھ اس دعوت کو لے کر اٹھے اور کہا لو گو ہمارا رب وہ ہے جو زمین و آسماں کا خالق ہے ہم اس کے سوا کسی دوسرے کو خالق مالک اور عبادت کے لائق نہیں سمجھتے"[31]

﴿وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ﴾[32]

(اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، کہا اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو)

اس آیت کے تحت میاں محمد جمیل صاحب لکھتے ہیں "کہ جب قوم نے شرافت کے دیواریں پھیلا نگتے ہوئے جب یہ فیصلہ کر لیا کہ تینوں انبیاء کو بیک وقت قتل کر دیا جائے اس صورتحال کا جوہی شہر کے مضافات میں رہنے والے ایک شخص کو علم ہوا تو وہ بے قرار ہو کر دوڑتا ہوا اپنی قوم کے سر کردہ لوگوں کے پاس ایا اور انہیں سمجھاتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے لوگوں تمہیں انبیاء علیہم السلام کے خلاف سازشیں کرنے کی بجائے ان کی اتباع کرنی چاہیے نہ صرف یہ ہستیاں افکار اور کردار کے لحاظ سے ہم سے اعلی اور ممتاز ہیں بلکہ اس بات پر بھی غور کرو کہ ان کی دعوت کے پیچھے ان کا کوئی ذاتی مفاد نہیں یہی وجہ ہے کہ وہ تم سے کسی معاوضہ کے طلبگار نہیں یہ اللہ تعالی کے استادہ اور ہدایت یافتہ ہے تمہیں ہدایت کی دعوت دینے کے لیے انبیاء کرام ہیں اضافات شہر سے انے والے شخصیت کا نام حبیب بتلایا گیا ہے اس نے حالات کی نزاکت اور موقع کی مناسبت سے رسولوں کے اوصاف کا تذکرہ فرمایا"[33]

یہاں مفسر نے سماجی پہو کے حوالے سے یہ پیغام دیا ہے کہ جب حالات حق اور سچ کے پیدا ہو جائیں تو اس وقت ایک بندے کو اپنا یہ والا مثبت کردار ادا کرنا چاہیے کہ وہ حق کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ اس ضمن میں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ بھی بیان کرتے ہیں۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصر اخاک ظالما او مظلوما۔۔"[34]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کریں چاہیے ظالم ہو یا مظلوم)

ماں کا بچے کو دودھ پلانا

آج کل ماں کے دودھ کے حوالے سے مختلف این جی اوز متحرک ہیں۔ یہ کبھی کبھار معاملہ اٹھتا ہے اور عالمی مسلے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بحر حال یہ ایک سماجی چیلنج کی حثیت رکھتا ہے۔ ماں کے دودھ پر قرآن کریم فرماتا ہے کہ۔

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ﴾[35]

(اور مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں)

اس آیت کے تحت جدید مسئلہ ذکر کیا۔ کہ "جدید میڈیکل سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں وہ سینے کے کینسر سے محفوظ رہتی ہیں۔ آج کے دور میں اس کے لیے بین الاقوامی طور پر سالانہ واک کا اہتمام کیا جاتا ہے"۔[36]

فہم القرآن نے دیگر اس کے پہلوؤں پر بات کرنے کی بجاے اس کا میڈیکلی درجہ بیان کرتے ہوے ماں کی صحت کے ساتھ جوڑ کر ایک بہت بڑے سماجی مسئلے کو حل کیا ہے۔

مال کی ملکیت

مال و دولت کی ملکیت کے حوالے سے مختلف آراء گردش کرتی رہتی ہیں کچھ اشتراکی نظام کو بقاء کا زریعہ سمجھ بیٹھے تو کچھ نے سودی نظام کو بہتر سمجھا۔ قرآن کریم میں ہے کہ

﴿وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ﴾[37]

(اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو فاضل بچے اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو)

صاحب فہم القرآن کہتے ہیں "اسی سورۃ کی آیت نمبر ۲۱۵ میں یہ سوال تھا کہ کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں۔ اب سوال یہ کیا جارہا ہے کہ کتنا خرچ کریں جواب میں ارشاد ہوتا ہے اپنی ضرورت سے زائد۔اس فرمان سے اشتراکی نظام کی نفی کی گئی ہے جس میں انفرادی ملکیت کا تصور نہیں ہر چیز کی مالک حکومت ہوتی ہے۔ اشتراکی نظام کے حاملین نے اسلامی معاشی نظام کی غلط تشریح کرتے ہوئے اشتراکی نظام کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اسکی توجیہ اسلام اور نظام فطرت کے خلاف تھی جس کی وجہ سے یہ نظام چند سالوں میں انجام کو پہنچا بلکہ روس جیسی عظیم مملکت اس نظام کی کمزوری کی وجہ سے تباہی کے کنارہ پر پہنچ گئی"۔[38]

صحابہ کرامؓ ایمان کا معیار ہیں

آج لوگ عموما اور نوجوان بالخصوص ہدایت اور حق کے حوالے الجھے رہتے ہیں اس حوالے سے قرآن کریم نے رہنمائی کرتے ہوے بتلایا کہ

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾[39]

(پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لائے ہو جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ صرف مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تو اے حبیب! عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کافی ہو گا اور وہی سننے والا جاننے والا ہے)

صاحب فہم القرآن اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ "صحابہ کرامؓ کا ایمان امت کے لیے کسوٹی ہے۔ صحابہ کے ساتھ بغض، حسد، اور اختلاف رکھنے والا دین کا دشمن ہے۔ صحابہؓ کے دشمن سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ حفاظت کرنے والا ہے۔ صحابہؓ ایمان کا معیار ہیں۔ صحابہؓ اللہ کی جماعت ہیں۔ صحابہؓ کو برا کہنے والے بے وقوف ہیں۔ صحابہؓ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوئے۔ صحابہؓ سے اللہ نے اپنی رضا کا اعلان کیا۔ صحابہؓ بھی اللہ سے راضی ہو گئے"۔[40]

گویا کہ سماج میں رہتے ہوئے ہدایت کے حصول کے لیے فہم قرآن ہمیں راہنمای کرتا ہے کہ صحابہ اکرام رضوان اللہ عیلھم اجمعین کے نقش قدم پر چلیں گے تو ھدایت مل سکتی ہے۔

میراث میں وصیت کا مسئلہ

آج ہمارے سماج کا بڑا مسلہ یہ کہ م وراثت کے معاملات میں بری طرح الجھ چکے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾[41]

(تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لیے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیز گاروں پر)

صاحب فہم القرآن نے اس کے ذیل میں یہ مسئلہ ذکر کیا کہ " مرنے والے کے لیے اپنوں کو چھوڑ کر دوسروں کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔ عرب کے لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ مرتے وقت والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو وراثت سے محروم کر دیتے۔ صرف بیوی اور اولاد میں جائیداد تقسیم کر دیتے۔ بسا اوقات اپنے دوست کے حق میں وصیت کر دیتے۔ اگر مرنے والا کچھ رشتہ داروں کو محروم کر کے جا رہا ہے تو بعد والے اس کی وصیت کو تبدیل کر دیں تاکہ شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ وصیت تہائی سے زیادہ کی نہیں کر سکتا"[42]۔ چونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

(عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، وَهُوَ يَكْرَهُ أَنْ يَمُوتَ بِالأَرْضِ الَّتِي هَاجَرَ مِنْهَا، قَالَ: «يَرْحَمُ اللَّهُ ابْنَ عَفْرَاءَ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ؟ قَالَ: «لاَ»، قُلْتُ: فَالشَّطْرُ، قَالَ: «لاَ»، قُلْتُ: الثُّلُثُ، قَالَ: «فَالثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ)[43]

اور وارث کے لیے بھی وصیت نہیں کر سکتا یعنی جس کو وراثت میں سے حصہ ملنا ہے۔[44]

آج لوگوں میں یہ بات رائج ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو جائیداد سے محروم کر جاتے ہیں جو کہ ظلم ہے۔ قرآن کی ان آیات کی رو سے بعد والوں کو شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے ان عورتوں کو حصہ دینا چاہیے۔اور والدین کو بھی اپنی تمام اولاد کو برابر سمجھنا چاہیے۔

تفسیر فہم القرآن پر تحقیق کرنے والے ایک محقق اپنے مقالے میں لکھتے ہیں کہ

"عورت کے لیے ایک طرف میراث میں حصہ مقرر کیا دوسری طرف شوہر پر اس کا مہر لازم قرار دیا۔اسلام نے اس کے ساتھ صلہ رحمی کی بھی تعلیم دی کہ بحیثیت والدہ، خالہ، پھوپھی، بہن اور بحیثیت بیوی ہر اعتبار سے وہ صلہ رحمی کی مستحق ہے۔اس سے عورت کی برتری بھی ظاہر ہوگی اور معاشرے میں اس کا مقام بھی بلند ہوگا"۔[45]

قرآن کریم نے برابری دی اور دونوں مرد و عورت کے حقوق کا تعین کیا۔ پھر کیونکر صرف اولاد سے مرد ہی جایئداد کا وارث بنتا ہے۔ارشاد ہے۔

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ"[46]

جیسے مردوں کے خواتین پر حقوق ہیں اسی طرح خواتین کے بھی مردوں پر حقوق ہیں۔خاتون کو صرف نوکر سمجھ کر اس کے حقوق کا خیال نہ رکھنا ظلم اور شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی ہے۔

خلاصہ

جس طرح ہر مفسر نے قران حکیم کی تفسیر کرتے ہوئے دیگر مسایل کے ساتھ ساتھ سماجی مسائل کو بھی اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ تاکہ سماج میں رہنے والے لوگوں کے جو مسائل ہیں وہ حل ہو سکیں۔کیونکہ یہ تفسیر اردو تفاسیر میں لکھی جانے والی جدید ترین تفاسیر میں سے ہے۔ مفسر فہم القران میاں محمد جمیل نے اس تفسیر کے اندر سماجی مسائل کو بیان کرتے ہوئے قرآنی آیات اور احادیث کا حوالہ دیتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اپنا نقطہ نظر چند ایک لائنوں میں عام سادہ انداز میں ذکر کرتے ہیں جس طرح انہوں نے گھریلو زندگی، عدل، اور لین دین کے معاملات، سود، جدید ترین مسئلہ رضاعت اور ماں کے دودھ، مرد و عورت کے مقام اور زمہ داریوں، مسلہ وراثت و دیگر مسائل کو انہوں نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ عام قاری کے لیول پر جا کر گفتگو کی۔ جس سے آج کا نوجوان قران حکیم کی اس تفسیر کا مطالعہ کرے تو اپنی سماجی زندگی کو بہترین انداز میں ڈھالنے کے قابل ہو سکتا ہے۔

حوالہ جات

---

[1]علوم القرآن، تقی عثمانی، مولانا، مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید ۱۴۱۵ھ، ص ۳۲۴

[2]آل عمران ۷:۳

[3] تفسیر منهاج القرآن (عصری مسایل اور تقاضوں کے تناظر میں مطالعہ)، تاہر حمید تنولی، تحریک منہاج القرآن۔ یکم جنوری ۲۰۰۱، ویب پیج https://www.minhaj.org/urdu

[4] سورۃالاسراء۱۷: ۷۰

[5] مفسر تفسیر فہم القرآنہیں جو کہ چھ جلدوں میں اردو میں دستیاب ہے۔ تحریک دعوت توحید پاکستان کے بانی وکنونیر ہیں۔ بیس سے زاید کتب کے مصنف ہیں۔ مفسر موصوف میاں محمد جمیل بن میاں محمد ابراہیم گوہڑ چک 8 پتوکی ضلع قصور اپریل 1947ء میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن اور سکول کی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ تجوید قرآن جامعہ محمدیہ اور درس نظامی کی تعلیم جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے پائی۔ اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایم۔اے اسلامیات اور فاضل اردو کی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔ فراغتِ تعلیم کے بعد لاہور میں کاروبار کرنے کے ساتھ ساتھ جون 1986ء میں جامع مسجد ابوہریرہ کی بنیاد کریم بلاک اقبال ٹاؤن میں رکھی اور اعزازی خطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔ ابوھریرہ شریعہ کالج لاہور کے بانی اور معروف عالم دین ہیں۔

[6] فہم القرآن، میاں محمد جمیل، لاہور: ابوہریرہ اکیڈمی، ط: ۲۰۰۶، ج۳، ص ۹۱۹،۹۲۰

[7] سورہ لقمان ۳۱: ۱۷

[8] ایضا، فہم القرآن، ج۵، ص ۱۳۷

[9] البقرۃ:۲: ۱۸۸

[10] ایضا، فہم القرآن، ج۱، ص ۳۰۱

[11] سورہ النساء۴: ۳۴

[12] ایضا، جلد۱، صفحہ ۶۸۶

[13] النساء:۴: ۱۹

[14] صهيب عبدالجبار، الجامع الصحيح للسنن والمسانيد، الجزء:١١، ص:٤٨، تاريخ النشر:١٥ اگست ٢٠١٤م، الكتاب غير مطبوع

[15] الترمذي، أبو عيسى، محمد بن عيسى، سنن الترمذي، حديث: ٣٨٩٥، الناشر: دار الغرب الإسلامي بيروت، ١٩٩٨م

[16] ایضا، سنن الترمذی، حدیث: ۱۱۶۲

[17] سورہ لقمان ۱۳: ۳۱

[18] ایضا، فہم القرآن، جلد۵، ص ۱۳۰

[19] البقرۃ:۲: ۱۳۳

[20] البقرۃ:۲: ۱۳۴

[21] ایضا، فہم القرآن، ج۱، ص ۲۱۹

[22] سورہ التوبہ ۹: ۱۱۹

[23] سورہ حم سجدہ ۳۴: ۴۱

[24] ایضا، فہم القرآن، جلد۵، ص ۶۶-۷۶۵

[25] سورہ النور ۲۴: ۳۰

[26] ایضا، فہم القرآن، ج۴، ص ۵۵۷

[27] سورہ یوسف ۱۲ : ۵۳

[28] ایضا، فہم القرآن، ج۳، ص ۳۶۶

[29] سورہ الکھف ۱۸: ۱۰

[30] ایضا فہم القرآن، ج۳، ص ۹۷۳

[31] ایضا، فہم القرآن، ج۳، ص ۹۷۷

[32] سورہ یسین ۳۶ : ۲۰

[33] ایضا، ج۵، ص ۴۱۳

[34] صحيح البخاري، البخاریؒ، محمد بن اسماعیل، دمشق: دار طوق النجاۃ، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ء، رقم الحديث: **۲۴۴۳**

[35] سورۃ البقرۃ ۲: ۲۳۳

[36] ایضا، فہم القرآن ج ۱، ص ۳۶۸

[37] البقرۃ ۲: ۲۱۹

[38] ایضا، فہم القرآن ج ۱، ص ۳۳۸

[39] البقرۃ ۲: ۱۳۷

[40] ایضا، فہم القرآن، ج ۱، ص ۲۲۴

[41] البقرۃ: ۲: ۱۸۰

[42] ایضا، فہم القرآن، ج ۱، ص ۲۸۵، ۲۸۶

[43] صحيح البخاري، البخاریؒ، محمد بن اسماعیل، دمشق: دار طوق النجاۃ، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ء، رقم الحديث: ۲۷۴۲

[44] ایضا، فہم القرآن، ج ۱، ص ۲۸۶

[45] عصر حاضر کے معاشرتی و معاشی مسائل اور ان کا حل، خواجہ سیف الرحمان، انٹرنیشنل ریسرچ جرنل آف اسلامک سٹڈیز، ص ۲۲۳، شمارہ ۱، جلد ۴، جنوری۔جون ۲۰۲۲

[46] البقرۃ: 2: 228